www.ahmadiyya.org/hmnd/life/hm-nur-ud-din.htm

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی قبول احمدیت

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے (مسیح موعود)

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ)

افسوس ہے کہ آج حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں ہیں ان کی قبولیت احمدیت پر لکھنے کی ڈیوٹی بھی میرے سپرد ہوئی ہے۔ میں حتی المقدور اس معاملہ میں وہی عرض کرونگا۔ جو میں نے خود بارہا ان کی زبان مبارک سے سنا۔ ممکن ہے کہ میرا حافظہ کہیں غلطی کرجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض باتوں کا مجھے علم نہ ہو۔ بہرحال جو کچھ ہے اپنے حافظہ اور علم کے مطابق عرض خدمت ہے۔

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی شخصیت

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں، آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت کی شہرت ہندوستان کی حدود سے نکلکر غیر ممالک تک پھیل چکی تھی۔ اور حال وقال، معقول ومنقول غرضکہ ہر قسم کے دینی علم کے آپ عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے۔ ان کے کتب خانہ کی عظمت اور کتابوں کی کثرت کی شہرت کا خواص وعوام کو علم تھا۔ اور مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ ہو لیٹے لیٹے فرمادیتے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھا ہے۔ آپ کتاب کھولکر دیکھ لیں وہیں پائینگے۔ معقولیت کا یہ حال تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ قرآن کریم سے تو عشق تھا۔ آپ جوانی میں دہلی، لکھنؤ، رامپور، بھوپال جو اس وقت دینی علوم کے مرکز تھے ہر جگہ تشریف لے گئے اور تحصیل علم کیا۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ اور پھر مدینہ منورہ جا حاضر ہوئے۔ اور وہاں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے جو نقشبندی مجددی خاندان کے ایک بزرگ اور علم ظاہر وباطن میں یگانہ تھے حلقہ درس وارادت میں داخل ہو گئے وہاں کئی سال رہ کر تکمیل علوم ظاہری وباطنی کیا۔ واپس ہندوستان آئے تو ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے۔ معقول مشاہرہ ملتا تھا۔ لیکن درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے علم کے فیض کا ایک دریا تھا جو شب وروز بہہ رہا تھا آریہ عیسائی۔ دہریہ۔ سب سے دن رات گفتگو ہوتی رہتی تھی اور آپ کے سامنے مذاہب باطلہ کو سر اٹھانے کی تاب نہ تھی۔

ایک دہریئے کا اعتراض

ایکدن ایک کٹر دہریہ یوں بک اٹھا کہ بس جناب رہنے دیجئے یہ سارے انبیا اپنے وحی والہام کے ڈھونگ کو اس زمانہ میں لوگوں سے منوا گئے جب لوگ جاہل تھے بے علم تھے اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ اس قسم کی لغویات کو آج کوئی نہیں مان سکتا۔ اگر آج کوئی شخص اپنے وحی والہام کے دعوے کو ایک فرد واحد سے بھی منوا دے تو میں مان جاؤں گا کہ اس میں بھی کچھ حقیقت ہے۔ اس کا جواب مولوی صاحب کے پاس کوئی نہ تھا کیونکہ یہ تو اب کوئی وحی والہام کا دعوے کرکے دیکھے کہ واقعی لوگ مانتے ہیں یا نہیں۔ تب اس بات کا جواب مکمل ہو مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ امتحان کے طور پر ازخود کوئی دعوے کر دے۔

حضرت مسیح موعود کا اشتہار

وہ تو یہ کہکر چلتا ہوا کہ مگر آپ کو سخت بیچینی رہی۔ چند روز کے بعد عطار کی دکان سے دوا جو آئی تو وہ ایک کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔ کاغذ پر نظر پڑی تو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ کا اشتہار تھا۔ جس میں براہین احمدیہ کی اشاعت اور اس میں قرآن اور نبوت محمدیہ صلعم پر دلائل قاطعہ کا اعلان تھا اور بڑی زور سے دعویٰ کیا تھا کہ اسلام ہی آج اکیلا سچا اور زندہ مذہب ہے جس پر عمل کرکے انسان آج بھی خدا کو پاسکتا ہے۔ اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کے انعام سے مشرف ہوسکتا ہے اور لکھا تھا کہ میں اس معاملہ میں صاحب حال ہوں۔ جس شخص کا دل چاہے میرے پاس آئے رہے اور آزمالے۔" حضرت مولانا کوئی معمولی دل ودماغ کے انسان نہ تھے ایک زمانہ دیکھے ہوئے اور اہل قال وحال کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ معمولی سے اشتہار سے کب متاثر ہوسکتے تھے۔ بس یہ ایک حقیقت تھی کہ انہیں حضرت مرزا صاحب کے اعلان میں یقین اور معرفت کے نور کی ایسی شعاعیں نظر پڑیں کہ دل پر اثر کر گئیں۔ اس دہریہ کو بلا کر کہا کہ لیجئے آپ کے امتحان کا وقت بھی آگیا۔ مدعی تو پیدا ہو گیا اب نتائج پر نظر رکھو۔ اعلان کے الفاظ سے وہ بھی بہت مرعوب ہوا۔

قادیان کا سفر

کچھ عرصہ گزر گیا۔ براہین احمدیہ کے بے نظیر دلائل اور پرشوکت تحریروں کو پڑھکر حضرت مولانا کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس شخص مدعی الہام سے جو اس عجیب وغریب کتاب کا مصنف ہے ملاقات کی جائے۔ آپ جموں سے بٹالہ پہنچے۔ وہاں سے یکہ پر قادیان پہنچے۔ یکہ والے سے کہدیا کہ مرزا صاحب کے مکان پر لیچلو۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کو کون جانتا تھا۔ مرزا امام الدین جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا اور دہریہ تھا اسی کا قادیان میں طوطی بولتا تھا۔ یکہ والا سیدھا مرزا امام الدین کے پاس لے گیا وہ اپنے گھر کے پھاٹک میں چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی نظر جو اس پر پڑی تو آپ کا دل سخت متنفر ہوا۔ اور نہایت بیزار ہوکر یکہ والے سے کہا کہ ٹھیرو ہم ابھی واپس جائیں گے۔ مگر پھر کچھ خیال دل میں آیا تو مرزا امام الدین سے پوچھا کہ کیا آپ نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے۔ اس پر وہ یکہ والے سے کہنے لگا کہ ان کو یہاں کہاں لے آیا۔ انہیں غلام احمد (مسیتڑ، مسجد میں رہنے والے) کی طرف لیجا۔"

حضرت مسیح موعود سے پہلی ملاقات

یہ فقرہ سنکر حضرت مولوی صاحب کا سینہ ہلکا ہوا ورنہ امام الدین کو دیکھ کر تو آپ کا دل سخت غمگین ہوا تھا کیونکہ تمام امیدوں کا خون ہوگیا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے مکان پر پہنچکر اطلاع کروائی۔ حضرت نے انہیں اپنے مکان میں اتروایا۔ اور نماز عصر کے وقت باہر تشریف لائے۔ وہ جو مثل ہے کہ دل را دل می شناسد۔ ایک نگاہ میں ہی دونوں نے ایک دوسرے کو بھانپ لیا۔ مولوی نورالدین صاحب مرحوم آپ کی ملاقات اور گفتگو سے بیحد متاثر ہوئے۔ صبح سیر کے لیئے دونوں صاحب باہر گئے۔ اثنائے گفتگو میں مولوی صاحب مرحوم نے عرض کی کہ مجھے ایک مرتبہ رویا میں حضرت نبی کریم صلعم کی زیارت ہوئی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کو اس کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا منہ میرے کان کے پاس لائے تا وہ وجہ بتائیں مگر میں اس وقت جب حضور ارشاد فرمانے کو تھے جو کسی نے مجھے جگا دیا۔ مجھے سخت قلق ہوا۔ کہ خدا جانے وہ کیا راز تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے بتلانے لگے تھے۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من از آفتاب ہستم ہم از آفتاب گویم

فرمایا مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت نبی کریم صلعم کے ہی چشمۂ فیض سے ملا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ لا یمسہ الا المطھرون کہ قرآن کو مس نہیں کرتے مگر وہی جو پاک کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کی احادیث کو بھی مس کرنے کے لئے طہارت وتقویٰ اور عمل بالحدیث کی ضرورت ہے۔

بیعت کی درخواست

غرضکہ جتنا عرصہ مولانا مرحوم حضرت کی خدمت میں ٹھیرے غور کرنے میں اسرار دینیہ پر اس قدر نئی سے نئی روشنی پڑتی آپکو نظر آئی کہ آپ کو وہ تمام علوم جنھیں تمام ممالک اسلامی میں پھر کر حاصل کیا تھا ناکمل نظر آئے اور آپ نے ضروری سمجھا کہ قرآن واحادیث کی تعلیم اور منازل سلوک کی تکمیل کے لئے آپ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں زندگی گذاریں۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب سے درخواست کی کہ میری بیعت لے لیں۔ حضرت نے انکار کر دیا۔ فرمایا مجھے حکم بیعت لینے کا نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ بہت اچھا اگر کبھی حکم بیعت لینے کا ہو تو میرا نمبر بیعت کنندوں میں سب سے پہلا سمجھا جائے۔ حضرت صاحب نے یہ منظور کرلیا۔ وہاں سے رخصت ہوکر واپس جموں تشریف لے گئے۔ جب کچھ عرصہ کے بعد حضرت صاحب کو جماعت بنانے اور بیعت لینے کا الہام ہوا۔ تو حضرت مولانا نے آپ کے ہاتھ پر فوراً بیعت کی۔

جہاد فی سبیل اللہ

بیعت کے بعد حضرت مولانا نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے سلسلہ کا وظیفہ کیا ہے جس کو ہم پڑھیں فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ" عرض کہ "کیا تلوار لے کر انگریزوں

www.ahmadiyya.org/hmnd/life/hm-nur-ud-din.htm

سے لڑوں؟" فرمایا نہیں "جاھدلھم بہ جھادا کبیرا" کے ماتحت قرآن لے کر مذاہب باطلہ سے لڑو" عرض کی کس طرح؟ فرمایا۔ "ایک کتاب عیسائیوں کے رد میں لکھیں"۔ عرض کی کہ عیسائیوں کے جس اعتراض کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کیا الزامی جواب دیدوں؟ فرمایا یہ بے ایمانی ہے جو چیز واقعی اچھی نہیں ہے اس سے یہ کہکر چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ یہ بُری چیز تم میں بھی موجود ہے۔ اپنی آنکھ کے کانے پن کے متعلق یہ کہکر خلاصی نہیں ہو سکتی کہ تم بھی تو کانے ہو۔ کانا پن ایک عیب ہے۔ جب تک ہم میں موجود ہے ہم عیبدار ہیں۔ معترض بھی فرض کرو اگر کانا ہو تو اس کے کانے ہونے سے ہمارے کانے ہونے کا عیب دھل نہیں سکتا۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم تحقیقی جواب دیں اور بتائیں کہ ہماری آنکھ ہرگز کانی نہیں یہ تمہاری نظر کا قصور ہے۔ اس کے بعد ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اب الزامی جواب دیں اور بتائیں کہ کانے ہم تو نہیں ہیں البتہ تم کانے بلکہ اندھے ہو۔ اور جس آیت پر اعتراض ہو اور اس کا حل سمجھ میں نہ آوے تو اس آیت کو لکھکر سامنے لٹکالو تاکہ ہر وقت نظر پڑتی رہے آخر ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم آپ پر کھول دے گا"۔

دو معرکۃ الآرا کتابوں کی تصنیف

یہ ہدایات لے کر حضرت مولانا نورالدین واپس تشریف لے آئے۔ پنڈ دادنخاں میں ایک پادری نے بہت شور و شر مچا رکھا تھا اس کے اعتراضات سے متاثر ہو کر بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان ارتداد کے قریب تھے۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم اس سے ملے۔ اس نے مباحثہ تو نہ کیا مگر اعتراضات لکھ کر دیدیئے۔ آپ نے ان اعتراضات کے جواب میں جو کتاب لکھی اس کا نام ہے "فصل الخطاب"۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب کی ہدایات سے اس کتاب کے لکھنے میں بہت فائدہ اٹھایا۔ اور آپ کے بتائے ہوئے طریق سے قرآن کی متعدد آیات حل ہو گئیں۔ اور اس کتاب میں یہی التزام کیا کہ پہلے تحقیقی جواب دیا پھر الزامی جواب۔ اس کتاب کا نیک اثر یہ ہوا کہ وہ تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو عیسائی ہونے کو تیار تھے نئے سرے سے مسلمان ہو گئے۔ اور بذریعہ تحریر انہوں نے اس امر کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں مولانا حاضر ہوئے۔ دریافت کیا کہ اب کیا کروں۔ فرمایا "جہاد" عرض کی "اب کس کے ساتھ جہاد کروں" فرمایا آریوں کے خلاف ایک کتاب لکھو" چنانچہ انہی دنوں میں لیکھرام نے براہین احمدیہ کے رد میں "تکذیب براہین احمدیہ" کتاب لکھی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کا رد لکھنا شروع کیا۔ اور "تصدیق براہین احمدیہ" جیسی اعلیٰ کتاب لکھی۔ حضرت مولانا جموں سے بار بار لکھتے رہے کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ کر قادیان آ رہوں۔ مگر حضرت صاحب یہی لکھتے رہے کہ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا اللہ تعالےٰ کی نعمت کا کفران ہے۔ اس لئے آپ ملازمت از خود ترک نہ کریں"۔

ملازمت سے علیحدگی

اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ریاست میں بعض دشمنوں نے مہاراجہ کے کان حضرت مولانا کے خلاف ایسے بھرے کہ مہاراجہ نے حضرت مولانا کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ آپ جموں سے اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں سب لوگوں کے کہنے سننے سے ایک عالیشان مکان کی بنیاد ڈالی اور ارادہ کیا کہ بڑے پیمانہ پر مطب کا کام جاری کیا جائے۔ شہرت تو پہلے ہی ایک دنیا ٹوٹ پڑی اور ملازمت سے بھی بڑھکر آمدنی کی صورت پیدا ہو گئی

قادیان میں مستقل اقامت

نئے مکان کی تعمیر ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو کسی ضرورت کے لئے لاہور آنا پڑا۔ واپسی پر دل چاہا کہ قادیان جاکر حضرت صاحب سے بھی ملاقات کر لوں۔ ادھر عمارت کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا وہاں بھی جلد پہنچنا ضروری تھا۔ اس لئے وقت کی کمی کی وجہ سے آپ نے بٹالہ سے جو یکہ لیا تو کرایہ واپسی کا کر لیا خیال تھا کہ محض ملاقات کر کے اسی وقت واپس چلا آؤنگا قادیان پہنچے۔ حضرت صاحب سے ملے۔ ملاقات کے دوران میں واپسی کے لئے اجازت مانگنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے جو حضرت نے فرمایا کہ "مولوی صاحب اب تو آپ فارغ ہو گئے"۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اب تو فارغ ہی ہوں" یکہ والے سے انہوں نے کہدیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں کل پرسوں اجازت لیں گے۔" اگلے روز حضرت نے فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی آپ اپنی ایک بیوی کو بلا لیں"۔ انہوں نے حسب الارشاد بیوی کے بلانے کے لئے خط لکھدیا اور یہ بھی لکھدیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں"۔ جب آپ کی بی بی صاحبہ تشریف لے آئیں تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں" چنانچہ کتب خانہ بھی منگوا لیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ "دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو بھی ضرور بلا لیں۔" چنانچہ انہیں بھی بلا لیا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم سے فرمایا کہ مجھے مولوی نورالدین صاحب کے متعلق الہام ہوا ہے ؂

لا تصبون الے الوطن
فیہ تھان و تمتحن

حضرت مولانا نورالدین فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے بھی عجیب تصرفات ہیں۔ اس کے بعد میرے واہمہ اور خواب میں بھی کبھی وطن کا خیال نہ آیا۔ اس روز سے ہم قادیان کے ہو گئے" اور یہ سچ ہے اس کے بعد مہاراجہ جموں نے آپ کو لکھا کہ آپ واپس اپنی ملازمت پر چلے آئیں۔ اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کے متعلق معافی مانگی اور لکھا کہ ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی"۔ لیکن آپ نے قادیان سے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ اور لکھدیا کہ جس چیز کی تمنا مدت سے تھی وہ مجھے مل گئی۔ اسے پاکر دنیا کے پیچھے بھاگنا یہ مجھ سے توقع مت رکھو۔" بہت سے امراء اور رؤساء نے علاج کے لئے حضرت مولوی صاحب کو بڑی بڑی رقم فیس کی دینے کے وعدہ پر چند روز کے لئے بلایا مگر آپ قطعاً نہیں گئے سوائے ان دو چار موقعوں کے جب بلانے والوں نے خود حضرت مسیح موعود کی خدمت میں درخواست کی اور آپ نے مولوی صاحب کو حکم دیا کہ آپ جائیں۔

مامور من اللہ کی فرماں برداری اور احترام

مامور من اللہ کی اس قدر تابعداری اور وفاداری اور ادب اور احترام ہماری آنکھوں نے تو کہیں نہیں دیکھا۔ اتنا بڑا علامہ فاضل یگانہ اور ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود کی محفل میں جب آپ تشریف لاتے تو دبک کر جوتیوں میں بیٹھ جاتے حضرت صاحب کی نظر پڑ جاتی تو فوراً بلا لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے لیکن پاس بیٹھ کر بھی کبھی خود سے بات نہیں کرتے تھے کسی امر میں حضرت صاحب کچھ دریافت فرماتے تو جواب دیدیتے ورنہ خاموش ادب سے آنکھیں نیچے کئے بیٹھے رہتے۔

غیر معمولی ایثار

پھر سلسلہ کے لئے جس قدر ایثار آپ نے کیا وہ ایک داستان طویل ہے۔ جس کا یہ موقعہ نہیں۔ فرمانبرداری کا ایک واقعہ عرض کر کے یہ قصہ ختم کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود آخری مرتبہ جب دہلی تشریف لے گئے تو مولانا نورالدین مرحوم کو قادیان چھوڑ آئے تھے۔ کسی وجہ سے حضرت مسیح موعود نے مولانا مرحوم کو تار دی کہ آپ دہلی آجائیں۔ تار ملتے ہی آپ مطب سے اٹھے اور سیدھے بٹالہ کو پیادہ پا چل پڑے صرف گھر اطلاع بھیجدی کہ حضرت نے بلایا ہے میں دہلی جا رہا ہوں تم فکر نہ کرنا۔ گھر والوں کو پتہ لگا تو انہوں نے کپڑوں کا ٹرنک بستر۔ کرایہ کے لئے روپے دے کر ایک آدمی روانہ کیا جو ایک یکہ لے کر پیچھے دوڑا۔ اور بٹالہ کے رستہ میں جا لیا۔ آپ باوجود ضعف پیری کے پیدل چلے جا رہے تھے۔ غرض اس آدمی نے انہیں یکہ پر چڑھایا اور کہا کہ آپ نے بھی کمال کر دیا۔ کہ تار پڑھتے ہی اٹھکر چل پڑے۔ فرمایا خدا کے مامور نے بلایا تھا اس کے حکم کی تعمیل میں میں نے کسی تاخیر کو معصیت سمجھا"۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی سے درخواست

اس قسم کی فرمانبرداری اور وفاداری، ایثار اور قربانیوں کے بیسیوں واقعات ہیں جو کچھ زبانی یاد ہیں اور کچھ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ خدا کرے وہ اپنے وعدے کے مطابق شائع کروا دیں۔ یا ہماری انجمن لاہور کو بھیجدیں تاکہ انجمن شائع کروا دے۔ انہی نادر فرمانبرداریوں اور قربانیوں کو دیکھ کر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ شعر آپ کی شان میں فرمایا تھا کہ ؂

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز ملت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے